

اللہ کے ہاں مقدمہ درج ہو چکا ہے!

علم ہے کہ آسیہ جیسی کئی عورتیں اور کئی سومرد ایسے ہیں جنہیں خاندانی دشمنی اور ریاستی مشینری کی بددیانتی کی وجہ سے آج بھی ایسی سزاؤں کا سامنا ہے۔ لیکن تمسخر اڑانے کے لئے، اسلام کی تضحیک کرنے کے لیے میرے پیارے رسول ﷺ کی ذات ہے جو ان روشن خیالوں کو ملتی ہے۔ سزا معاف کروانے کے دعوے کرنے والے گورنر کو شاید لطف آتا ہے کہ ہم نے اس حوالے سے لوگوں سے سید الانبیاء ﷺ کی محبت چھین لی ہے۔ انہیں شاید علم نہیں کہ اس بہانے وہ قانون کا مذاق نہیں بلکہ اللہ کی اس محبت کا تمسخر اڑاتے ہیں جو وہ میرے پیارے رسول ﷺ سے فرماتا ہے۔ اس سے صرف اس کے غضب اور عذاب کو دعوت دی جاتی ہے۔

آسیہ شاید توہین کی مرتکب ہو نہ ہو، اس کو اسلام سے بغض کی وجہ سے میڈیا ایشو بنانے والے ضرور توہین کے مرتکب ہیں اور اس جرم کی سزا ۲۹۵۱ سی نہیں، اللہ خود دیتا ہے۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے تو مکہ کے لوگوں نے اشارہ بازی شروع کی اور کہا یہ شخص کہتا ہے کہ اس کے پاس جبرائیل علیہ السلام آتا ہے (نعوذ باللہ)۔ جبرائیل علیہ السلام خود تشریف لائے اور ان لوگوں کی جانب انگلی سے اشارہ کیا تو ان کے جسموں سے خون بہنے لگا اور ایسی بدبو آئی کہ کوئی ان کے قریب نہ جاتا۔

قبیلہ بنو نجار کا ایک شخص مسلمان ہوا، کاتب وحی مقرر ہوا، پھر نصرانی ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتا کہ میں نے وحی میں بہت باتیں شامل کیں جن کا انہیں پتہ نہ چلا۔ کچھ دنوں بعد اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ لوگوں نے دفن کیا، لاش کو زمین نے قبول نہ کیا، صبح باہر پڑی تھی۔ اگلی صبح اور نیچے دفن کیا پھر ایسا ہوا، پھر کیا آخر لاش ویرانے میں پھینک دی گئی۔ جو کوئی جس نیت سے ایسے معاملات کو اچھال رہا ہے، اس کا حال اللہ جانتا ہے اور مقدمہ وہاں درج ہو چکا ہے۔ بس عذاب کا انتظار کرو کہ اس کی پکڑ بہت شدید ہے!!

[مسلمان تاثیر کے قتل سے چند روز پہلے قومی اخبارات میں شائع ہونیوالی ایمان افروز تحریر]

گورنر کا جنازہ: عبرت آموز حقائق

۱۲ جون ۲۰۰۹ء کو ضلع نکانہ کے ایک نواحی گاؤں اٹانوالی میں عیسائی مذہب کی مبلغہ آسیہ مسیح نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں نہایت نازیبا، دل آزار اور گستاخانہ کلمات کہے جن کو دہرانے کی میرا قلم اجازت نہیں دیتا۔ آسیہ مسیح کے شوہر عاشق مسیح نے فوری طور پر وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی سے رابطہ کیا جن کی مداخلت پر کئی دن تک ملزمہ کے خلاف پرچہ درج نہ ہو سکا۔ وفاقی وزیر کی اس حرکت سے علاقہ بھر میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ بالآخر ۱۹ جون ۲۰۰۹ء کو آسیہ مسیح کے خلاف تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت ایف آئی آر نمبر ۳۲۶ درج کر لی گئی اور ملزمہ کو گرفتار کر کے حفاظتی اقدام کے طور پر ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ بھیج دیا گیا۔

اہم بات یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش پنجاب پولیس میں نیک نامی اور دیانت داری کی مثالی شہرت رکھنے والے جناب سید محمد امین بخاری ایس پی شیخوپورہ نے کی، جنہوں نے ۲۶ جون ۲۰۰۹ء کو ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۶۱ کے تحت آسیہ مسیح کا بیان ریکارڈ کیا اور نہایت جانفشانی، غیر جانبداری اور شفاف طریقے سے اس کیس کے تمام پہلوؤں کی مکمل تفتیش کرتے ہوئے آسیہ مسیح کو واقعی ملزمہ قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ

”ملزمہ آسیہ مسیح کا حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں اور قرآن مجید کے متعلق گستاخانہ باتیں کرنا قانونی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ ملزمہ نے یہ تمام باتیں نہ صرف تسلیم کیں ہیں بلکہ اپنی غلطی کی معافی بھی مانگی ہے۔“

اس مقدمہ کی سماعت ایڈیشنل سیشن جج نکانہ صاحب، جناب محمد نوید اقبال کی عدالت میں ہوئی۔ ملزمہ کی طرف سے اکبر منور درانی ایڈووکیٹ، طاہر گل صادق ایڈووکیٹ، چوہدری ناصر انجم ایڈووکیٹ، جسٹن گل ایڈووکیٹ، طاہر بشیر ایڈووکیٹ، ایرک جون

گورنر کا جنازہ: عبرت آموز حقائق

ایڈووکیٹ اور منظور قادر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جبکہ استغاثہ کی طرف سے میاں ذوالفقار علی ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک اس مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی۔ ۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے ایڈیشنل سیشن جج نے جرم ثابت ہونے پر ملزمہ آسیہ مسیح کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت سزائے موت کا مستحق قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلہ میں لکھا:

”یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اس گاؤں میں عیسائی حضرات کی ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ساتھ کئی نسلوں سے آباد ہے۔ لیکن ماضی میں اس قسم کا کبھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات اور اعتقادات کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کا مظاہرہ کرتے آ رہے ہیں۔ اگر توہین رسالت کا اس قسم کا کوئی واقعہ پہلے کبھی اس گاؤں میں پیش آیا ہوتا، تو یقیناً فوجداری مقدمات اور مذہبی جھگڑے اس گاؤں میں پہلے سے موجود ہوتے۔ لہذا اس دفعہ یقیناً توہین رسالت کا ارتکاب ہوا ہے۔ جس کے باعث مقدمہ درج ہوا اور عوامی اجتماع منعقد ہوا اور یہ معاملہ اس قصبہ اور اردگرد میں موضوع بحث بن گیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہو گا کہ نہ تو ملزمہ خاتون نے اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی، اور نہ ہی دفعہ (۲) ۳۴۰، ضابطہ فوجداری کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات غلط ثابت کئے۔ مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ استغاثہ نے اس مقدمہ کو کسی شک و شبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ تمام استغاثہ گواہان نے استغاثہ کے موقف کی متفقہ اور مدلل انداز میں تائید و تصدیق کی ہے۔ استغاثہ گواہان اور ملزمہ، اُن کے بزرگوں، یا ان کے خاندانوں میں کسی دشمنی کا وجود نہیں پایا جاسکا۔ لہذا ملزمہ خاتون کو ناجائز طور پر اس مقدمہ میں ملوث کیے جانے کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔ ملزمہ کو اس مقدمہ میں کوئی رعایت دیئے جانے کا بھی کوئی جواز موجود نہیں۔ لہذا میں ملزمہ آسیہ بی بی زوجہ عاشق کو زیر دفعہ ۲۹۵ سی تعزیرات پاکستان، موت کی سزا کا مجرم ٹھہراتا ہوں۔“

اس فیصلہ کے خلاف دنیا بھر کی سیکولر لابیوں، نام نہاد ’انسانی حقوق‘ کی تنظیمیں اور عیسائی نمائندے میدان میں آگئے۔ عیسائی پوپ بینڈکٹ نے آسیہ ملعونہ کے دفاع میں احتجاج کرتے ہوئے اس فیصلہ کی مذمت کی اور کہا کہ وہ ایسے کسی فیصلے پر عمل درآمد نہیں

ہونے دیں گے۔ پوپ نے ویٹی کن میں منعقدہ خصوصی دعائیہ تقریب میں آسیہ مسیح کی رہائی کے لیے نہ صرف اس کا نام لے کر دعا کرائی بلکہ صدر پاکستان سے بھی اپیل کی کہ اس کی سزا معاف کی جائے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ قانون توہین رسالت کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔

پوپ کے بیان کے بعد ۲۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر عدالت سے مجرمہ قرار دی جانے والی خاتون سے ملنے کے لیے فوراً ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ پہنچے۔ جہاں انہوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل شیخوپورہ کے وی آئی پی کمرہ میں آسیہ مسیح سے خصوصی ملاقات کی اور اُسے حکومتی سطح پر ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ گورنر ہاؤس سے اپنے ساتھ آسیہ مسیح کو ملنے والی سزا کی معافی کی ٹائپ شدہ درخواست بھی ہمراہ لائے تھے۔ گورنر سلمان تاثیر نے میڈیا کی موجودگی میں آسیہ مسیح سے کہا کہ یہ آپ کی طرف سے تحریر کردہ درخواست ہے، آپ اس پر دستخط کر دیں تاکہ میں بطور گورنر اس درخواست کو صدر آصف علی زرداری تک پہنچا کر سزا کی معافی ممکن بنا سکوں۔ سزا کی معافی کے بعد آپ کو یورپ کے کسی ملک میں بھجوا دیا جائے گا۔ اس موقع پر گورنر پنجاب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملعونہ آسیہ مسیح کو معصوم قرار دیا اور کہا کہ دنیا کی کوئی طاقت آسیہ مسیح کو سزا نہیں دے سکتی۔ انہوں نے کہا کہ قانون توہین رسالت ایک 'انتیازی، غیر انسانی اور کالا قانون' ہے جس کو ہر حالت میں ختم ہونا چاہئے۔

اس پریس کانفرنس کے ذریعے یورپی ممالک کو یہ پیغام بھی دیا گیا کہ حکومت آسیہ مسیح کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہے اور حکومت ایسے تمام قوانین کو بھی ختم کر دے گی جو اقلیتوں کی 'آزادی اظہار' کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ معتبر ذرائع کے مطابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے ایڈیشنل سیشن جج جناب محمد نوید اقبال، جنہوں نے شان رسالت میں گستاخی کا جرم ثابت ہونے پر آسیہ مسیح کو سزائے موت سنائی تھی، کو ٹیلی فون کیا اور نہایت غلیظ زبان استعمال کی۔ اس کے بعد وہ آئے روز مختلف ٹی وی چینلز پر بر ملا کہتے رہے کہ قانون توہین رسالت ضیاء الحق کے دور میں انسانوں کا بنایا ہوا کالا قانون ہے، اس کے رد عمل میں دی

یونیورسٹی آف فیصل آباد سے ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے، نیک بخت طالب علم صاحبزادہ عطاء الرسول مہاروی نے ۱۶ نومبر ۲۰۰۹ء کو یونیورسٹی کے سالانہ کانووکیشن میں مہمان خصوصی گورنر پنجاب سلمان تاثیر سے احتجاجاً براؤنز میڈل وصول کرنے سے انکار کیا اور حقارت سے کہا کہ آپ نہ صرف گستاخانِ رسول کی سرپرستی کرتے ہیں، بلکہ توہین رسالت ایکٹ ۲۹۵ سی کو ظالمانہ اور ختم کرنے کے بیانات بھی جاری کرتے ہیں۔ اس طرح آپ بذاتِ خود توہین رسالت کے مرتکب ہوئے ہیں، لہذا آپ سے میڈل وصول کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں۔

۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء کو ملک کے جید علمائے کرام نے قانون توہین رسالت کو 'کالا قانون' کہنے اور ملعونہ آسیہ مسیح کی بے جا حمایت و سرپرستی کرنے پر سلمان تاثیر کو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسی دن پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی و سابق وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات شیریں رحمن نے قانون توہین رسالت کو ختم کرنے کا بل اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس سے اگلے روز صدر پاکستان آصف علی زرداری نے وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی مسیح کی سربراہی میں اراکین اسمبلی پر مشتمل ۹ رکنی کمیٹی تشکیل دی جس نے قانون توہین رسالت کو ختم کرنے کے حوالے سے ایک ماہ کے اندر حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرنی تھی۔

۴ جنوری ۲۰۱۰ء کو گورنر سلمان تاثیر کو ان کے سرکاری محافظ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ واقعات کے مطابق گورنر پنجاب، اسلام آباد کے سیکٹر ایف سکس ٹو کی کوسٹ مارکیٹ میں واقع ایک مہنگے ریسٹورنٹ میں اپنے کاروباری دوست شیخ وقاص کے ساتھ کھانا کھا کر واپس اپنی گاڑی کی طرف آرہے تھے کہ ان کے سرکاری محافظ گن مین غازی ملک ممتاز حسین قادری نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس پر وہ شدید زخمی ہو گئے۔ انہیں فوری طور پر پولیس کی گاڑی میں ڈال کر پولی کلینک لے جایا گیا، لیکن وہ راستے ہی میں دم توڑ گئے۔ غازی ملک ممتاز حسین قادری نے موقع پر خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ گرفتاری کے وقت وہ حیران کن حد تک نہایت پرسکون اور مطمئن نظر آرہا تھا۔ اس نے ابتدائی تحقیقات میں اعتراف کیا کہ

”گورنر پنجاب نے قانون توہین رسالت کو مکالا قانون، قرار دیا تھا، اس لیے گستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔ سلمان تاثیر گستاخِ رسول تھا، اس نے چونکہ قانون توہین رسالت کے تحت عدالت سے سزا پانے والی ملعونہ آسیہ مسیح کو بچانے کا عندیہ دے کر خود کو گستاخِ رسول ثابت کر دیا تھا، اس پر میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

”اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین پر فساد پیدا ہو جائے، مگر اللہ سب جہانوں پر فضل کرنے والا ہے۔“ (البقرہ: ۲۵۱)

اسی روز تمام مکاتبِ فکر کے ۵۰۰ سے زائد جید علمائے کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ توہین رسالت کے جرم میں سزا یافتہ ملعونہ آسیہ مسیح کی حمایت کرنے اور قانون توہین رسالت کو مکالا قانون، کہنے کے باعث سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور نہ ہی اس کا افسوس کیا جائے۔ کمشنر لاہور خسرو پرویز نے رات گئے بادشاہی مسجد کے خطیب عبدالنجیر آزاد کو فون کیا اور کہا کہ آپ نے کل ایک بجے سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانا ہے۔ مولانا عبدالنجیر آزاد کو حالات کی سنگینی کا احساس تھا۔ انہوں نے کمشنر لاہور سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ شہر سے باہر ہیں اور کل تک واپسی ناممکن ہے۔ لہذا ان کے لیے نمازِ جنازہ پڑھانا ممکن نہیں ہے۔ بعد ازاں اعلیٰ انتظامیہ نے داتا دربار مسجد کے خطیب مولانا محمد رمضان سیالوی سے رابطہ کیا تو انہوں نے اپنی بیماری کا کہہ کر جنازہ پڑھانے سے معذرت کر لی۔ اس کے بعد گورنر ہاؤس کے اعلیٰ حکام نے گورنر ہاؤس کی مسجد کے خطیب قاری محمد اسماعیل سے رابطہ کیا اور انہیں دھمکی آمیز لہجے میں سلمان تاثیر کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا حکم دیا۔ جناب قاری محمد اسماعیل نے نمازِ جنازہ پڑھانے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ مجھے ملازمت سے برخاست کرنا چاہیں تو میں اس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں، مگر میں گستاخِ رسول سلمان تاثیر کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ چاروں طرف سے انکار کے بعد اعلیٰ انتظامیہ کی طرف سے نمازِ جنازہ کے لیے محکمہ اوقاف کے متعدد سرکاری علمائے کرام سے رابطہ کیے گئے مگر کسی نے حامی نہ بھری بلکہ اکثریت نے اپنے موبائل فون بند کر لیے:

ایک چہرہ بھی شناسا نہیں نکلا اُس کا
وہ جو کہتا تھا کہ میری سب سے شناسائی ہے!

اس صورتِ حال پر پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت بے حد پریشان ہوئی۔ لہذا انہوں نے فوری طور پر اپنی جماعت سے وابستہ ایک آزاد خیال مولوی افضل چشتی کو جنازے کے لیے بلا لیا۔ جنازے کے لیے ایک بجے دوپہر کا وقت مقرر کیا گیا تھا، لیکن جیالوں کی ہلڑ بازی، بد نظمی اور مست قلندر کی وجہ سے صفیں ترتیب دینے میں دقت ہو رہی تھی۔ حکومت اور پیپلز پارٹی کے اعلیٰ عہدیدار وقفے وقفے سے جنازہ میں آ رہے تھے تاکہ وہ ٹی وی چینلز پر دکھائی دے سکیں۔ وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی تقریباً ڈیڑھ بجے کے قریب جنازہ میں شرکت کے لیے آئے تو جیلے اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے ان پر مکھیوں کی طرح اُٹ پڑے جس سے وہاں شدید بد نظمی پیدا ہوئی۔ ان سب چیزوں سے بے نیاز ایک کونے میں وفاقی وزیر قانون ڈاکٹر باہر اعوان گورنر پنجاب بننے کی افواہ پر پیپلز پارٹی کے کارکنان سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ سپیکر پنجاب اسمبلی رانا محمد اقبال جنازے کے لیے جب گورنر ہاؤس پہنچے تو پیپلز پارٹی کے کارکنان نے نواز شریف کے خلاف شدید نعرے بازی شروع کر دی۔ اس پر وہ وزیر اعلیٰ سندھ قائم علی شاہ کے کہنے پر وہاں سے واپس چلے گئے۔ وفاقی وزیر اطلاعات قمر الزمان کارزہ، سینئر صوبائی وزیر راجہ ریاض احمد، پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر امتیاز صفدر و ڈانچ ہنس ہنس کر کارکنان سے مل رہے تھے، جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں مسلمان تاثیر کی موت کا کوئی ڈکھ نہیں ہوا بلکہ وہ اس کی آڑ میں مخصوص سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی اثنا میں تقریباً ایک بج کر ۵۲ منٹ پر سپیکر سے اچانک ’اللہ اکبر‘ کی آواز سنائی۔ جو جہاں کھڑا تھا، جس حالت میں تھا، فوراً ناف پر ہاتھ باندھ لیے۔ پانچ سیکنڈ بعد دوسری تکبیر ’اللہ اکبر‘ ہوئی، چھ سیکنڈ بعد تیسری تکبیر اللہ اکبر اور پانچ سیکنڈ بعد چوتھی اللہ اکبر کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ دیا گیا۔ یعنی ۱۵، ۲۰ سیکنڈ میں نماز جنازہ پڑھا دیا گیا۔ یہ دنیا کا واحد جنازہ تھا کہ جس کے امام کا کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ امام کے آگے بھی تین صفیں تھیں۔ اس نان سٹاپ

جنازہ کے بعد افضل چشتی نے دعا مانگی اور کہا: یا اللہ! مرحوم کو حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما! حیرانگی ہے کہ اس کے لیے اس رسول معظم ﷺ کی شفاعت طلب کی جا رہی تھی کہ جن کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے بنائے گئے قانون کو سلمان تاثیر امتیازی قانون، غیر انسانی قانون اور کالا قانون کہتے رہے۔ اس جنازہ کی خاص بات یہ ہے کہ ایم کیو ایم اور اے این پی ایسی سیکولر جماعتوں کے علاوہ کسی بھی دینی، سیاسی جماعت کے کسی معمولی سے عہدیدار نے بھی شرکت نہیں کی۔ یہاں تک کہ گورنر ہاؤس میں ملازمت کرنے والا کوئی بھی شخص جنازے میں شامل نہیں ہوا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ سلمان تاثیر کے تابوت سے اس قدر بدبو آرہی تھی کہ اس کے قریب کھڑا ہونا محال تھا۔ لہذا گورنر ہاؤس کی انتظامیہ نے فوری طور پر تابوت پر خالص عرق گلاب اور مختلف قیمتی پرفیومز کا سپرے کیا، لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہ پڑا۔

بعد ازاں ہیلی کاپٹر کے ذریعے تابوت کیولری گراؤنڈ کے فوجی قبرستان میں لایا گیا، جہاں فوج اور ریجنرز کی کڑی نگرانی میں سرکاری اعزاز کے ساتھ رسیوں کی مدد سے اُسے زمین میں اتارا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا کہ اگر گورنر سلمان تاثیر عوامی آدمی تھے اور انہوں نے گورنر ہاؤس کے دروازے عام لوگوں کے لیے بھی کھول دیئے تھے تو انہیں کسی عوامی قبرستان (میانی قبرستان وغیرہ) میں دفن کرنا چاہئے تھا۔ کیولری قبرستان میں جانے کا عام آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عوامی رد عمل کے پیش نظر انہیں کسی ایسے قبرستان میں دفن نہیں کیا گیا، جہاں عوام الناس کا داخلہ ہر وقت عام ہو۔ یاد رہے کہ جنرل یحییٰ خاں کو بھی پورے سرکاری اعزازات کے ساتھ دفن کیا گیا تھا، جس نے پاکستان کو دو لخت کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ باقی اُس کے کردار کے بارے میں ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی ایک خصوصی رپورٹ کے مطابق پاکستان بھر کی عیسائی اور قادیانی کمیونٹی نے مقتول گورنر سلمان تاثیر کو اپنا ہیر و قرار دیتے ہوئے پورے ملک کے سینکڑوں گرجا گھروں اور قادیانی عبادت گاہوں میں ان کے لیے پندرہ روز تک دعاؤں کو عبادت کا حصہ بنائے رکھا۔ گورنر کے لیے قادیانی جماعت کی طرف سے ایک بڑا ایوارڈ دینے کا اعلان

متوقع ہے جسے گورنر سلمان تاثیر کے صاحبزادے شہریار لندن میں قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد سے وصول کریں گے۔

یہاں ایک بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ معروف نعت خوان اختر حسین قریشی اور نقیب محفل قاری محمد یونس قادری نے مقتول گورنر کے ایصالِ ثواب کے لیے ہونے والی تقریبات میں شرکت پر علمائے کرام کے فتویٰ کے بعد تجدیدِ ایمان کیا اور کہا کہ ہم لاعلمی کے باعث تقریبات میں شریک ہوئے۔ تفصیلات کے مطابق قاری محمد یونس نے گورنر ہاؤس میں سلمان تاثیر کی رسمِ قل جبکہ اختر قریشی نے صوبائی وزیر تنویر الاسلام کی رہائش گاہ پر گورنر کے ایصالِ ثواب کی تقریب میں نعت خوانی کی تھی، فتویٰ کی روشنی میں انہوں نے جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں مولانا راغب نعیمی، ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی اور دیگر علمائے کرام اور گواہان کی موجودگی میں اپنی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور تجدیدِ ایمان کیا۔

جنازہ کے موقع پر کئی جیلے سگریٹ نوشی کر رہے تھے۔ ایک بزرگ کے منع کرنے پر اُن کا کہنا تھا کہ وہ سلمان تاثیر کی موت کا غم بھلانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ اس موقع پر پیپلز پارٹی کے اکثر کارکنان سلمان تاثیر کو 'شہید' قرار دے کر نعرے بازی کر رہے تھے۔ افسوس! اسلامی تعلیمات سے نابلدان کارکنوں کو ذرا سا بھی احساس نہیں کہ شہید کسے کہتے ہیں یا شہادت کے عظیم رُتبے پر کون کیسے فائز ہوتا ہے؟

۱۹۷۸ء میں پیپلز پارٹی، مرید کے ضلع شیخوپورہ کے نائب صدر عبدالجبار نے محلے کی ایک نابالغ کمسن لڑکی سے زیادتی کی جس پر وہ جاں بحق ہو گئی۔ اس مقدمہ کی سرسری سماعت فوجی عدالت میں ہوئی۔ ضلعی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کرنل بشیر نے کیس کی مکمل سماعت کے بعد ملزم کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ شیخوپورہ جیل سے پھانسی کے بعد جب ملزم عبدالجبار کی میت مرید کے لائی گئی تو ملزم کے متعلق شہید کے نعرے لگائے گئے اس کے علاوہ پیپلز پارٹی کے کارکنان نے مرید کے شہر میں عبدالجبار 'شہید' کے بینر لگائے اور جنازہ پر "تم کتنے جبار مارو گے، ہر گھر سے جبار نکلے گا۔" کے نعرے لگاتے رہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں جب الیکشن سرگرمیاں عروج پر

گورنر کا جنازہ: عبرت آموز حقائق

تھیں تو نیکانہ صاحب کے قریب ایک قصہ موڑ کھنڈا میں پیپلز پارٹی کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں پیپلز پارٹی کے رہنما رانا شوکت محمود کو اس وقت شدید خفت کا سامنا کرنا پڑا جب ایک جیلے نے سپیکر پر نعرہ تکبیر لگایا تو پنڈال سے بیک زبان زندہ باد کا جواب آیا۔ ان بے چاروں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ نعرہ تکبیر کا جواب اللہ اکبر ہوتا ہے۔

حال ہی میں وفاقی کابینہ کے ایک اہم اجلاس میں جب وزیر داخلہ رحمن ملک کو تلاوت قرآن مجید کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کوٹ کی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور سورہ اخلاص پڑھنا شروع کی اور اُس میں عجیب و غریب الفاظ خلط ملط کر دیئے۔ وزیر داخلہ کی بدحواسی پر وزیر اعظم سمیت سب وزراء نے فلک شکاف قہقہے لگائے۔ رحمن ملک نے دوبارہ تلاوت شروع کی تو وہ پھر غلط پڑھ گئے۔ اس پر کابینہ کے تمام ارکان نے دوبارہ قہقہے لگانا شروع کر دیئے۔ یاد رہے کہ سورہ اخلاص قرآن مجید کی چھوٹی لیکن نہایت اہم سورت ہے جو ہر چھوٹے بڑے مسلمان کو ازبر ہوتی ہے۔ افسوس اس بات پر ہے کہ رحمن ملک کی اس غلطی پر چاہیے تو تھا کہ کوئی دوسرا رکن تلاوت کر دیتا مگر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ یہ دلچسپ ویڈیو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ سلمان تاثیر کس قبیل کے آدمی تھے، ان کے شب و روز کس طرح گزرتے تھے؟ اس کی مکمل تفصیلات بھی انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ آپ گوگل (Google) پر سلمان تاثیر لکھ کر سرچ کروائیں، وہاں آپ کو ایسی رنگین و سنگین تصاویر اور اندرونی داستانیں ملیں گی جس کو دیکھنے سے آپ کے ہوش اڑ جائیں گے۔

اہم بات یہ ہے کہ سلمان تاثیر کے صاحبزادے آتش تاثیر نے اپنی کتاب (Stranger to History) میں اپنے والد پر جو سنگین الزامات عائد کیے ہیں، وہ ہر شخص کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔ یاد رہے کہ گورنر سلمان تاثیر نے معروف بھارتی صحافی تلون سنگھ (جو سکھ مذہب سے تعلق رکھتی ہے) سے دوسری شادی کی تھی۔ جس سے ان کا بیٹا آتش تاثیر پیدا ہوا۔ علمائے کرام نے جب اس شادی کی شرعی حیثیت پر اعتراض کیا تو سلمان تاثیر نے علمائے کرام کو جاہل، اُجڈ اور غیر تعلیم یافتہ قرار دیا۔ معروف ترقی پسند اور روشن خیال بھارتی صحافی خوشنوت سنگھ نے گورنر سلمان تاثیر کی نجی زندگی کے بارے میں جو